اصلاح امت

دعوت و تبلیغ کا داعی

سلسلہ نمبر 157 | جمادی الثانی 1447ھ | 2025 اکتوبر

تصوف اور مروجہ

بدعات و خرافات

ڈاکٹر مولانا نعمان نعیم

رئیس و مہتمم

الجامعۃ البنوریۃ العالمیۃ

شعبہ تصنیف و تحقیق

[illegible] پر ایک طائرانہ نظر

(1) سنگِ بنیاد: 1978ء [illegible]

(2) مہتمم اول: [illegible]

(3) کل طلباء: 4500 [illegible] طالبات: 700 [illegible]

(4) تعلیمی شعبہ جات:

[illegible]

(5) [illegible]

[illegible]

(6) [illegible]

[illegible]

(7) [illegible]

[illegible]

[illegible]

(8) [illegible] 440

(9) جامعہ کی ذرائع آمدن: [illegible] اہل خیر حضرات کے تعاون کے علاوہ، عطیات، زکوٰۃ، خیرات، صدقات [illegible]

(10) ماہانہ اخراجات =/18,000,000 : سالانہ اخراجات =/216,000,000 : [illegible]

(11) [illegible]

[illegible]

(12) اپیل: آپ سے گزارش ہے کہ [illegible] کرنے کے بعد [illegible] عطیات، زکوٰۃ، خیرات،

صدقات، صدقۃ الفطر [illegible] میں تعاون فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

تصوف اور مروجہ
بدعات وخرافات

اسلام کی اصل روح اتباعِ قرآن وسنت، قرآن متن اور حدیث وسنت یعنی نبی اکرم ﷺ کا قول وفعل اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قول وفعل قرآن کریم کی تشریح ہے۔ ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے ایسے پاک باز اہلِ حق کو کھڑا فرمایا، جنھوں نے امت کو اصلاح، تقویٰ اور قربِ الٰہی کا درس دیا۔ ان ہی میں اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام کا طبقہ بھی ہے، جنھوں نے اپنی زندگیاں شریعتِ محمدی ﷺ کے عین مطابق گزاریں اور اپنے متعلقین، مریدین، منتسبین وفیض یافتگان کو بھی اسی پر قائم رہنے کی تلقین کی۔

مگر افسوس! وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تصوف کی اصل روح یعنی "تزکیۂ نفس اور اتباعِ سنت" کو پسِ پشت ڈال دیا گیا اور پیری مریدی کے نام پر عوام میں ایسی بدعات وخرافات داخل کردی گئیں، جن کا نہ قرآن وسنت میں کوئی ثبوت ہے اور نہ ہی اکابر صوفیا نے ان کی اجازت دی ہے۔ بالخصوص ماہِ ربیع الثانی میں پیرانِ پیر حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر ایسی رسومات رائج کردی گئیں، جو غیر شرعی تو ہیں ہی، خود اُن کی تعلیمات کے بھی سراسر خلاف ہیں۔ عوام عقیدت کی وجہ سے جاہل پیروں

کے ہر قول وفعل کو سنت وشریعت کی طرح مانتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور کبھی اس حقیقت کو جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ اس فعل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

اس دور میں، جبکہ علم وآلاتِ علم ہوا اور پانی کی طرح عام اور ہر شخص کی دسترس میں ہیں، کوئی شخص عنداللہ جہالت ولاعلمی کا عذر کرکے بچ نہیں سکتا، اہلِ علم کو چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کریں اور عوام کالانعام کو اخلاص وہمدردی کے ساتھ سمجھائیں کہ یہ اعمال وافعال نہ شریعت کی رو سے جائز ہیں اور نہ ہی جن کی طرف جاہل پیروں نے ،اپنے پیٹ کا دھندا چلانے کے لیے،ان اقوال وافعال کو منسوب کرر کھا ہے،اُن کے ساتھ ان اقوال وافعال کا کوئی تعلق ہے، بلکہ وہ تو ساری زندگی ایسے ہی جاہلانہ، مشرکانہ اور غیر شرعی افعال واقوال کے خلاف تعلیم وتبلیغ کرتے رہے۔

زیرِ نظر رسالہ اسی جذبۂ صادق کے تحت تیار کیا گیا ہے ،تاکہ جہاں تک ہم اپنی آواز پہنچاسکتے ہیں ،وہاں تک احقاقِ حق وابطالِ باطل کے سلسلے میں اپنا کردار ادا کرسکیں ۔ہمارا مقصود کسی طبقے،کسی مکتبِ فکر یا کسی فرقے وسلسلۂ تصوف کارد کرنا نہیں ہے، ہم فقط امت کی خیر خواہی کے جذبے سے حقائق کو مستند حوالہ جات کی روشنی میں منظر عام پر لانا چاہتے ہیں،تاکہ جو لوگ ان پر غور کریں وہ تصوف کے نام پر اللہ کی ناراضی کے ان کاموں سے بچ سکیں۔اللہ کریم ہم سب کو اپنی زندگیاں سنت وشریعت کے مطابق بسر کرنے اور بدعات وخرافات سے اجتناب کرنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین !

تصوف کیا ہے؟

تصوف کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ:

لغوی معنیٰ: لفظ "تصوف" صوف سے ماخوذ ہے جس کے معنی اُون (wool) کے ہیں۔ چونکہ تصوف کے ابتدائی ادوار میں اہلِ تصوف کھردرے اور اُون کے کپڑے پہنتے تھے، اس نسبت سے ان کو صوفی کہا گیا۔

(ابن تیمیہ، الفتاویٰ الکبریٰ 6/11)

اصطلاحی معنیٰ: تصوف سے مراد ہے: تزکیۂ نفس، احسان کی کیفیت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے اتباعِ سنت کی روش پر چلنا۔

(امام قشیری، الرسالہ القشیریہ، مقدمہ)

قرآن و سنت میں تصوف (تزکیہ) کی اصل:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا، وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا (سورۃ الشمس)

ترجمہ: کامیاب ہوا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا، اور نامراد ہوا جس نے اسے گناہوں میں ڈبو دیا۔

حدیثِ جبریل میں نبی ﷺ نے "احسان" کی تعریف یوں فرمائی: أن تعبد اللہ کأنک تراہ، فإن لم تکن تراہ فإنہ یراک **(صحیح مسلم، حدیث 8)**

ترجمہ: اللہ کی عبادت یوں کرو گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو، اور اگر یہ مقام حاصل نہ ہو تو یہ یقین رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اکابرین کا نقطہ نظر:

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: التصوف ہو طریق إصلاح القلب، ودواؤہ بدواء الشریعۃ(احیاء علوم الدین، 52/1)

ترجمہ: تصوف دل کی اصلاح کا راستہ ہے اور اس کا علاج شریعت کی دواؤں سے ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں: التصوف لا بد أن یکون مقیدًا بالشرع الشریف، وإلا کان ضلالۃ (مکتوبات امام ربانیؒ، جلد 1، مکتوب 41)

ترجمہ: تصوف کا لازمی طور پر شریعت کے ساتھ مقید ہونا ضروری ہے، ورنہ یہ گمراہی ہے۔

صوفیائے کرام کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ تصوف کی اصل بنیاد تزکیۂ نفس، ذکر و فکر، اور اتباعِ سنت ہے۔ اگر یہ شریعت کے مطابق ہے تو مشروع و محمود ہے، اور اگر اس میں شریعت سے انحراف اور بدعات شامل ہو جائیں تو یہ مردود و مذموم ہے۔

تصوف عہد بعہد

تصوف دورِ صحابہ کرامؓ میں:

دورِ صحابہؓ میں تصوف کے معنی تھے: تزکیۂ نفس، خوفِ خدا، اخلاص، عبادات اور خدمت خلق۔ کوئی الگ "تصوف" یا "خانقاہی نظام" نہ تھا۔ صحابہؓ براہِ راست رسول اللہ ﷺ کے زیرِ تربیت تھے۔ عبادات میں اخلاص، قرآن و سنت کی پیروی اور جہاد و دعوت ان کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ اس دور میں

تصوف کا نام تو موجود نہ تھا، لیکن اصل روحانی تربیت اپنی خالص شکل میں رائج تھی۔

تصوف دورِ تابعین و تبع تابعین میں:

تابعین نے بھی تزکیہ نفس، سلوک واحسان کے حصول کے لیے صحابہ کرامؓ کے طریق کو اپنایا۔ حضرت حسن بصریؒ (م 110ھ) کو اولین صوفیا میں شمار کیا جاتا ہے، جو ام المؤمنین حضرت سیدہ سلمہؓ کے زیرِ پرورش رہے۔ انؒ کی والدہ (خَیرَہ رحمہا اللہ) ام المؤمنین ام سلمہؓ کی خادمہ تھیں۔ حسن بصریؒ کا بچپن انہی کے گھر میں گزرا۔ ام المؤمنین ام سلمہؓ آپ پر خاص شفقت فرمایا کرتی تھیں، بلکہ آپ کو دعائیں دیتی تھیں:

اَللّٰھُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَحَبِّبْهُ إِلَی النَّاسِ

ترجمہ: اے اللہ! اسے دین کی سمجھ دے اور لوگوں کے دلوں میں محبوب بنا دے۔

اسی دعا کی برکت سے آپ کو علم و فضل اور عوام میں مقبولیت ملی۔ بچپن ہی میں مدینہ منورہ کے مقدس ماحول میں تربیت پائی۔ براہِ راست 70 سے زائد صحابہ کرامؓ سے علم حاصل کیا۔ حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت جندبؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ سے فیض حاصل کیا۔ قرآن و حدیث، زہد و تقویٰ اور فصاحت و بلاغت میں بلند مقام پایا۔ آپ نہایت عابد، زاہد اور خداترس انسان تھے۔ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر آپ کی زندگی کا نمایاں وصف تھا۔ آپ کا وعظ

دلوں کی دنیا بدل دیتا تھا، حتیٰ کہ بڑے بڑے گنہگار توبہ کر لیتے۔ فصاحت و بلاعنت میں اس قدر بلند تھے کہ آپ کو ''لسان العرب فی زمانہ'' کہا جاتا۔ حسن بصریؒ کو تصوف کے بانی اکابر میں شمار کیا جاتا ہے۔آپ کا تصوف قرآن و سنت اور زہد و تقویٰ پر مبنی تھا۔آپ فرماتے تھے: ''ایمان یہ ہے کہ تمہارا ظاہر اور باطن برابر ہو۔''

ان کا کہنا تھا: ''دنیا تین دن کی ہے: کل جو گزر گیا، وہ خواب کی مانند ہے؛ آج جو ہے، وہ تمہارے ہاتھ میں امانت ہے؛ اور کل جو آئے گا، اس کا تمہیں کوئی یقین نہیں۔''

آپ بصرہ کے سب سے بڑے عالم اور مفتی تھے۔ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کے بھی بالواسطہ استاد شمار ہوتے ہیں (امام ابو حنیفہؒ نے ان کے تلامذہ سے فیض لیا)۔آپ اللہ کے خوف اور دنیا سے بے رغبتی پر زور دیتے تھے۔اسی زمانے میں ''زہد'' اور ''عبادت'' کی بنیاد پر بعض لوگ الگ پہچانے جانے لگے۔بدعتی چیزیں ابھی عام نہ تھیں، مگر بعض غالی فرقے (خوارج، باطنیہ) تصوف کے نام پر الگ افکار لانے لگے۔یہ خیر القرون کا تصوف تھا۔اس کے بعد تصوف میں تیزی سے ترقی، تغیر و تبدل رونما ہوا، ذیل میں اس کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

تیسری صدی ہجری (200-300ھ):

اس صدی میں تصوف کو ایک علمی عنوان کے طور پر پہچانا جانے لگا۔اس صدی کے امام سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ (م 297ھ) تھے، انھوں نے

فرمایا: ”طریقنا ہذا مقید بالکتاب والسنۃ“یعنی ہمارا طریقہ کتاب و سنت کا پابند ہے۔اس وقت بھی تصوف کا اصل مقصد زہد، اخلاص اور قربِ الٰہی تھا۔لیکن اسی صدی میں بعض لوگوں نے عوام سے الگ خانقاہی نشستیں قائم کرنی شروع کیں۔

چوتھی صدی ہجری (300-400ھ):

یہ صوفیاکا”تنظیمی دور“ کہلاتا ہے۔اس دور میں خانقاہی نظام نے ترقی کی اور مختلف علاقوں میں خانقاہیں قائم ہوئیں۔کچھ مخصوص اذکار اور لباسِ صوفیانہ کو شناخت بنالیا گیا۔تصوف کے نام پر بعض غیر شرعی اعمال مثلاًریاضت کی آڑ میں ترکِ سنت اور وجد و سماع کی محفلیں بھی رواج پانے لگیں۔

پانچویں صدی ہجری (400-500ھ):

اس دور میں تصوف زیادہ شہرت اختیار کر گیا۔بڑے بڑے نامور مشائخ مثلاً شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (م 561ھ) سامنے آئے، جنھوں نے ہمیشہ کتاب و سنت کی پابندی پر زور دیا۔لیکن اُن کے بعد ان کے نام پر بد قسمتی سے گیارھویں شریف، عرس کی محفلیں، صوفیانہ قصیدے اور مزاروں پر نذر و نیاز جیسی بدعات وخرافات کوفروغ دیا گیا۔

چھٹی صدی ہجری (500-600ھ):

یہ خانقاہی نظام کے عروج کی صدی کہلاتی ہے،اس صدی میں خانقاہی نظام اور مضبوط ہو گیا۔روحانی سلاسل کی تشکیل ہوئی۔دنیا میں صوفی سلسلوں کی تاریخ کئی صدیوں پر محیط ہے، اور ہر سلسلہ اپنی روحانی تعلیمات، خانقاہی

روایت اور مریدوں کی تربیت کے لیے مشہور رہا ہے۔

سلسلہ رزاقیہ:

اس سلسلے کے بانی ضیغم الدین محمد رزاق علی گیلانی تھے، 605ھ میں، اور اس سلسلے نے بنگلہ دیش، ہندوستان، افغانستان، پاکستان، عراق، مصر اور یمن میں اثر قائم کیا۔

۱۔ سلسلہ سہروردیہ :اس سلسلے کے بانی شیخ شہاب الدین سہروردی تھے، جنھوں نے 632ھ میں اس سلسلے کی بنیاد رکھی۔ یہ سلسلہ شام، عراق اور پاکستان میں رائج ہے۔

۲۔ سلسلہ چشتیہ :اس سلسلے کے بانی خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی اور شیخ خواجہ معین الدین چشتی ہیں، جنھوں نے 536ھ میں اسے قائم کیا۔ یہ سلسلہ ہندوستان، افغانستان اور پاکستان میں مشہور ہے۔

۳۔ سلسلہ مرتضائیہ:اس سلسلے کے بانی خواجہ غلام مرتضیٰ تھے، اور 1320ھ میں یہ سلسلہ ہندوستان اور پاکستان میں معروف ہوا۔

۴۔ سلسلہ رفاعیہ:اس سلسلے کے بانی شیخ احمد بن علی الرفاعی ہیں، 578ھ میں، اور یہ عراق، مصر، غرب ایشیا، کویت اور بلقان میں مشہور ہے۔

۵۔ سلسلہ الاحمدیہ یا البدویہ :اس سلسلے کے بانی شیخ احمد البدوی ہیں، 627ھ میں، اور یہ مصر، سوڈان، ترکی اور لیبیا میں رائج ہے۔

۶۔ سلسلہ الاکبریہ :اس سلسلے کے بانی شیخ محی الدین بن عربی المعروف شیخ الاکبر ہیں، اور یہ 638ھ میں مصر میں معروف ہوا۔

۷۔ سلسلہ آل باعلوی: اس سلسلے کے بانی شیخ محمد بن علی باعلوی ہیں، 653ھ میں، اور یہ یمن، انڈونیشیا، شرق ایشیا، حجاز، تہامہ، وسط و جنوب افریقہ، سنگاپور اور نائجیریا میں رائج ہے۔

۸۔ سلسلہ شاذلیہ: اس سلسلے کے بانی شیخ ابوالحسن شاذلی ہیں، 656ھ میں، اور یہ مصر، مغربی عرب، یمن، شام، اردن، عراق، لیبیا، الجزائر، تیونس، سوڈان اور فلسطین میں معروف ہے۔

۹۔ سلسلہ برہانیہ دسوقیہ: اس سلسلے کے بانی شیخ ابراہیم الدسوقی ہیں، 676ھ میں، اور یہ مصر، سوڈان، لیبیا، تیونس، الجزائر، مغرب، لبنان، شام، اردن، سعودی عرب، یمن، امارات، کویت، پاکستان، سویڈن، ناروے، ڈنمارک، جرمنی، ہالینڈ، اطالیہ، روس، برطانیہ، کینیڈا اور امریکا میں پھیلا ہوا ہے۔

۱۰۔ سلسلہ بکتاشیہ: اس سلسلے کے بانی شیخ محمد بن ابراہیم بکتاش ہیں، 738ھ میں، اور یہ عراق، مصر، شام، البانیہ، ترکی اور بوسنیا میں معروف ہے۔

۱۱۔ سلسلہ نقشبندیہ: اس سلسلے کے بانی شیخ محمد بہاؤ الدین شاہ نقشبند ہیں، 791ھ میں، اور یہ وسط ایشیا، شام، افغانستان، ترکستان، انڈونیشیا، ملائشیا، ترکی، جرمنی، فرانس، حجاز اور چین میں مشہور ہے۔

۱۲۔ سلسلہ عروسیہ: اس سلسلے کے بانی شیخ احمد بن عروس ہیں، 869ھ میں، اور یہ تیونس اور لیبیا میں معروف ہوا۔

۱۳۔ سلسلہ عیساویہ: اس سلسلے کے بانی شیخ محمد بن عیسیٰ ہیں، 933ھ میں، اور

یہ الجزائر، مغرب اور لیبیا میں رائج ہوا۔

۱۴۔ سلسلہ خلوتیہ :اس سلسلے کے بانی شیخ محمد بن احمد بن محمد کریم الدین خلوتی ہیں، 986ھ میں، اور یہ مصر، ترکی، فلسطین، اردن اور شام میں معروف ہے۔

۱۵۔ سلسلہ سمانیہ:اس سلسلے کے بانی شیخ محمد بن عبد الکریم السمان ہیں، 1189ھ میں، اور یہ سوڈان میں رائج ہوا۔

۱۶۔ سلسلہ تیجانیہ :اس سلسلے کے بانی شیخ ابو العباس احمد تیجانی ہیں، 1230ھ میں، اور یہ الجزائر، مغرب، سنیگال، مشرقی افریقہ، سوڈان، مراکش، تیونس، مصر، ترکی، فلسطین، شام، فرانس، اٹلی، اسپین، جرمنی، بیلجیئم، روس، چین، امریکا، انڈونیشیا، ملائشیا، آسٹریا، سوئٹزرلینڈ، برطانیہ، موریتانیا، نائجیریا اور مالی میں مشہور ہے۔

۱۷۔ سلسلہ چشتیہ پرہاڑویہ:اس سلسلے کے بانی علامہ خواجہ مولانا عبدالعزیز پرہاڑوی (فرہاری) ہیں، 1239ھ میں، اور یہ ہندوستان اور پاکستان میں معروف ہے۔

۱۸۔ سلسلہ ادریسیہ :اس سلسلے کے بانی شیخ احمد بن ادریس فاسی ہیں، 1253ھ میں، اور یہ سوڈان، صومالیہ، یمن اور مصر میں رائج ہے۔

۱۹۔ سلسلہ مولویہ :اس سلسلے کے بانی جلال الدین رومی ہیں، 1272ھ میں، اور یہ ترکی اور حلب میں معروف ہوا۔

۲۰۔ سلسلہ ختمیہ:اس سلسلے کے بانی شیخ محمد عثمان میر غنی ختم ہیں، 1267ھ

میں، اور یہ سوڈان، مصر، افریقہ، اریٹیریا، ایتھوپیا، مراکش، الجزائر اور نائجیریا میں رائج ہے۔

۲۱۔ سلسلہ سنوسیہ: اس سلسلے کے بانی شیخ محمد بن علی سنوسی ہیں، 1276ھ میں، اور یہ لیبیا، شمالی افریقا، سوڈان، صومالیہ، چاڈ، الجزائر، مراکش اور مصر میں مشہور ہے۔

۲۲۔ سلسلہ کسنزانیہ: اس سلسلے کے بانی شیخ عبد الکریم شاہ کسنزان ہیں، 1317ھ میں، اور یہ عراق میں رائج ہے۔

۲۳۔ سلسلہ علاویہ: اس سلسلے کے بانی احمد مصطفیٰ العلاوی ہیں، 1353ھ میں، اور یہ الجزائر میں معروف ہے۔

۲۴۔ سلسلہ قادریہ جیلانیہ: اس سلسلے کے بانی عبد الخالق محمدین ہیں، 1380ھ میں، اور یہ مغرب، فرانس، انڈونیشیا، اسپین، الجزائر، تیونس اور ہالینڈ میں رائج ہے۔

۲۵۔ سلسلہ جعفریہ: اس سلسلے کے بانی شیخ صالح جعفری امام ازہر ہیں، 1399ھ میں، اور یہ مغرب، سینگال اور مغرب افریقہ میں معروف ہے۔

۲۶۔ سلسلہ قادریہ بودشیشیہ: اس سلسلے کے بانی علی بن محمد ملقب علی بودشی ہیں، اور یہ سلسلہ دیارِ مغرب میں رائج ہے۔

۲۷۔ سلسلہ رحیمیہ: اس سلسلے کے بانی عبید بن ابراہیم رحیمی ہیں، 1411ھ میں، اور یہ تیونس میں معروف ہوا۔

۲۸۔ سلسلہ سیفیہ :اس سلسلے کے بانی آخوند زادہ سیف الرحمٰن ہیں، 1431ھ میں، اور یہ افغانستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور ہندوستان میں رائج ہے۔

۲۹۔ سلسلہ احسنیہ مجددیہ :اس سلسلے کے بانی سید آدم بنوری ہیں، 1643ء میں، اور یہ ہندوستان، افغانستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں معروف ہے۔

۳۰۔ سلسلہ طریقۂ محمدیہ :اس سلسلے کے بانی سید احمد بریلوی ہیں، 1246ھ میں، اور یہ ہندوستان، افغانستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں رائج ہے۔

۳۱۔ سلسلہ النونیہ رفاعیہ شافعیہ :اس سلسلے کے بانی شیخ نور الدین علی محمد حسن السلیمانی ہیں، اور یہ سعودی عرب، مصر، متحدہ عرب امارات اور جنوب مشرقی ایشیا میں معروف ہے۔

تاہم برصغیر پاک وہند میں یہ سب سلسلے معروف نہیں ہوئے، وطنِ عزیز پاکستان میں جو روحانی سلاسل باقاعدہ موجود ہیں ،اُن میں سرفہرست سلسلہ قادریہ, سلسلہ چشتیہ، سلسلہ نقشبندیہ، سلسلہ سہروردیہ، سلسلہ امدیہ، سلسلہ مجددیہ وغیرہ ہیں۔تاہم یہ تصور درست نہیں کہ سلاسل چار ہی ہیں، ہاں ! یہ کہاجاسکتاہے کہ معروف سلاسل چار ہیں،جس طرح معروف فقہی مسالک اور معروف ائمہ فقہ چار ہیں۔

امام جنید بغدادیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ، بہاؤالدین نقشبندؒ جیسے بزرگوں نے شریعت کی پابندی کو بنیاد بنایا۔ لیکن عوامی سطح پر رفتہ رفتہ خانقاہیں مرکزِ برکت اور کرامت سمجھ لی گئیں۔

خلاصہ یہ کہ پانچویں صدی کے بعد تصوف میں بدعات و خرافات نے رواج پایا اور اس رجحان نے اصل تصوف کی روح کو دھندلا دیا۔ عرس اور گیارھویں شریف، بزرگوں کے نام پر محفلیں، خاص ایام کی پابندی، چراغاں اور نیاز، قبروں کی تعظیم، مزاروں کو حاجت روا سمجھنا، چادریں چڑھانا، نذر و نیاز، سماع و وجد، والی اور رقص کو عبادت سمجھنا، غیر شرعی ریاضتیں، خاص خانقاہی مشقیں، بیعت کو مقصد بنانا، شریعت کے بجائے پیر سے اندھی وابستگی، مخصوص اذکار و مراقبات، جو نہ قرآن و سنت میں ہیں نہ ائمہ نے لازم قرار دیے، اس سلسلے میں شریعت کے بجائے اپنے ذوق ومزاج کو اہمیت دی گئی اور مریدین کو من پسند کاموں میں لگاکر سنت سے دور کر دیا گیا۔ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری (600-800ھ) ہیں صوفی سلسلے عوام میں جڑ پکڑ چکے تھے۔ عوامی سطح پر قبروں پر حاضری، چراغاں، اور قبروں کو حاجت روا سمجھنے کا رجحان بڑھا۔

علمائے کرام واولیائے عظام کی اصلاحی کوششیں:

علماء و مصلحین اور محدثین و فقہائے کرام نے بار بار واضح کیا کہ اصل تصوف کتاب و سنت کی پیروی ہے، باقی سب بدعت ہے۔ امام غزالیؒ (م 505ھ) نے تصوف کو فقہ و شریعت کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی:

امام ابن تیمیہؒ (م 728ھ) نے بدعی تصوف پر شدید رد کیا، مگر حقیقی تصوف (تزکیۂ نفس) کی تائید کی۔

برصغیر میں شاہ ولی اللہؒ اور مجدد الف ثانیؒ نے اصلاحی صوفیانہ تعلیمات کو

زندہ کیا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے نقشبندی سلسلے کے ذریعے تصوف کو سنت کی طرف لوٹایا اور تصوف کے میدان میں بدعات اور فلسفیانہ خرافات کی سختی سے تردید کی۔ آپ کا فرمان ہے: "کامل ولی وہ ہے جو شریعت پر استقامت رکھے، چاہے کرامت نہ بھی ظاہر ہو۔ **(مکتوبات، جلد 1، مکتوب 123)**

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے تصوف کو علمِ شریعت اور روحانیت کے امتزاج سے سمجھایا۔ القول الجمیل اور حجۃ اللہ البالغہ میں آپ نے واضح کیا کہ اصل تزکیہ سنت کے مطابق عبادت اور اخلاقِ حسنہ کے ذریعے ہوتا ہے، نہ کہ غیر شرعی رسومات سے۔

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے واضح فرمایا کہ ولایت کی بنیاد صرف اتباعِ شریعت ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے عوامی بدعات کی اصلاح اور تصوف کو سنت کی طرف لوٹانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے التشرف بمقام التصوف اور دیگر رسائل میں تصوف کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھالا اور عوامی خرافات کی پرزور تردید کی۔

دارالعلوم دیوبند اور علمائے دیوبند نے سنت کے مطابق تصوف پر زور دیا اور عوامی بدعات کی ہمیشہ تردید کی۔ جس پر ان کو تصوف کا منکر، وہابی اور جانے کن کن القاب سے یاد کیا جانے لگا اور بجائے اپنی اصلاح کرنے کے، انہی

مصلحین سے عوام کو متنفر کرنے کے لیے باقاعدہ منظّم طریقے سے مہمات چلائی گئیں۔اسی کا نتیجہ ہے کہ آج زیادہ تر عوامی سطح پر تصوف کا مطلب صرف عرس، قوالی، نذر و نیاز اور مزار پرستی رہ گیا ہے، جبکہ اصل مقصد یعنی دل کی اصلاح، تقویٰ، ذکرِ الٰہی اور اتباعِ سنت تقریباً پس پشت ڈال دیا گیاہے۔اگرچہ اہلِ حق علماء اب بھی یہی کہتے ہیں کہ تصوف اگر شریعت کے تابع ہے تو عین دین ہے اور اگر شریعت سے ہٹ کر کسی قول و فعل کو تصوف کا نام دیا جارہاہے تو وہ تصوف نہیں، بدعت و گمراہی ہے۔دورِ حاضر میں بدعات وخرافات تصوف کے نام پر عوامی کلچر کا حصہ بن گئی ہیں، گیارھویں شریف، میلاد، عرس، چلہ کشی، تعویذ گنڈے اور قبروں سے حاجت مانگنا عام ہوتا گیاہےاور اصل صوفیا کا پیغام (تزکیۂ نفس، قرآن و سنت کی پیروی، تقویٰ اور اخلاق) پسِ پشت ڈال دیا گیاہے۔

کرامات کی حقیقت:

کرامت اس امر کو کہتے ہیں جو کسی نبی کے کسی متبع کامل بندے سے صادر ہو اور خرقِ عادات سے خارج ہو،اگر وہ امر خلافِ عادت نہ ہو تو کرامت نہیں ہے۔جس شخص سے وہ معاملہ صادر ہورہاہے اگر وہ کسی نبی کا متبع نہیں ہےتو یہ کرامت نہیں ہے، جیساکہ ہمارے ہاں بعض جوگی، صادر ایسے امور کاارتکاب کرتے رہتے ہیں،اسی طرح اگر کوئی شخص اتباع کا دعویٰ تو کرے مگر عملی اعتبار سے اتباع نہیں کرتا اور اس کی زندگی قرآن وسنت سے ہٹی ہوئی ہے، جیسے اہلِ بدعات اور فساق وفجار،ان سے بھی اگر کوئی خلافِ عادت

معاملہ ظاہر ہو جائے تو وہ بھی کرامت نہیں ہے بلکہ استدراج ہے۔اسی کی وجہ سے یہ شخص اپنے آپ کو کامل سمجھتا ہے اور اس دھوکے کی وجہ سے دین کی اتباع نہیں کرتا تو کس قدر خسارے کی بات ہے، اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔

خلاصہ یہ کہ کرامت وہ ہے جو کسی متبع سنت ولی سے صادر ہو۔اس سے ہٹ کر اگر کوئی کسی کو ہوا میں اڑتے یا پانی پر چلتے بھی دیکھ لے تو وہ کرامت نہیں ہے اگر وہ شخص شریعت کا پابند نہ ہو، اس کو کوئی اہمیت نہیں دینی چاہیے۔ولی کو کرامت کا علم ہونا بھی ضروری نہیں ہے، کبھی اس کو علم ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔

پہلی قسم: کرامت کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ ولی کے علم اور قصد کے مطابق کرامت ظہور میں آئے، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط سے دریائے نیل کے پانی کا جاری ہونا۔

مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے ہندوستان میں لوگوں کو اطلاع دی کہ طاعون پھوٹنے والا ہے ، مرض کے آنے سے پہلے ہی صدقہ خیرات کرو، لوگوں نے مذاق اڑایا کہ لگتا ہے مدرسے میں پیسہ ختم ہوگیا ہے اس لیے چندے کی ترغیب دے رہے ہیں۔جب ان کو اس بات کا علم ہوا تو جوش میں فرمایا کہ اب تو وبا آکر رہے گی اور ہر گھر سے جنازے نکلیں گے، یعقوب اور یعقوب کی اولاد بھی اسی میں جائے گی، ایسا ہی ہوا اور آپؒ بھی اسی وبا میں وفات پاگئے۔

دوسری قسم: کرامت کی ایک قسم یہ ہے کہ ولی کا قصد نہ ہو، مگر ولی کو اس

الجامعۃ الیوسفیۃ العالمیۃ

کرامت کا علم ہو، جیسا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم پھلوں کا آنا۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ایک مرید نے کہا کہ میں پرانے لوہے کا کاروبار کرتا ہوں، حجرتؒ کی جوتیوں کے صدقے لوہے کو سونگھ کر بتا سکتا ہوں کہ یہ مال چوری کا تو نہیں۔

تیسری قسم: نہ ولی کا قصد ہو اور نہ علم ہو، جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مہمانوں کے اکرام کا واقعہ، ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابا جی تین مہمانوں کو بارگاہ رسالت سے لائے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے گئے، کافی رات گزر گئی تو مکان پر واپس تشریف لائے۔ زوجہ نے مہمانوں کا بتایا تو فرمایا کہ کیا اب تک تم نے مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا۔ زوجہ نے کہا: ہم نے پیش کیا مگر انھوں نے آپ کی غیر موجودگی میں کھانے سے منع کر دیا۔ پھر آپ کھانے کے لیے بیٹھ گئے، سب مہمانون نے پیٹ بھر کر کھانا کھالیا، ان کا بیان ہے کہ جتنا ہم برتن سے نکالتے تھے اس سے زیادہ کھانا نیچے سے برتن میں بھر جاتا تھا، جب ہم فارغ ہوئے تو کھانا کم ہونے کے بجائے پہلے سے زیادہ تھا۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تعجب سے اپنی زوجہ سے فرمایا: یہ کیا معاملہ ہے کہ کھانا پہلے سے کچھ زائد نظر آرہا ہے۔ زوجہ نے بھی کہا کہ یہ کھانا تین گنا بڑھ گیا۔ آپ اس کھانے کو لے کر بارگاہِ رسالت میں لے گئے ، صبح اچانک مہمانوں کا ایک اور قافلہ دربار رسالت میں اترا جس میں بارہ قبیلوں کے بارہ

سردار اور ہر سردار کے ساتھ کافی تعداد میں لوگ تھے،سب نے یہی کھانا کھایا ،سب نے پیٹ بھرا مگر اس برتن میں کھانا ختم نہیں ہوا۔یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی جس کا خود انھیں بھی علم نہ تھا۔(بخاری،حدیث3181)

چوتھی قسم: حسی، معنوی، حسی عوام کے ہاں بڑی سمجھی جاتی اور اس کے کمالات کو بڑا جانا جاتاہے ،مثلًا: پانی پر چلنا،ہواؤں میں اڑنا ۔کسی کے خیالوں پر مطلع ہوجاناوغیرہ ،یہ اسی حسی میں سے ہیں۔جیساکہ ایک مرتبہ ان کاایک مرید سرگودھاسے مالٹوں کاایک ٹوکرالایا،حضرتؒ نے فرمایاکہ یہ حرام مال ہے،اس نے کہاکہ یہ میرے باغ کاہے،فرمایاتم نے کسی کی پانی کی باری میں اپنے باغ کو پانی دیا تھااس لیے یہ مال حرام ہوگیا،اس نے تصدیق کی کہ آپؒ نے درست فرمایا۔

بعض مشائخ کو یہ تمنا کرتے تھے کہ کاش مجھ سے کوئی مرامت صدادر نہ ہوتی تاکہ اس کا اجر آخرت میں حاصل ہوتا،اسی تمنا کے ساتھ وہ دنیا سے رخصات ہوگئے۔

پانچویں قسم: بعض اہل علم نے کرامات کو ایک خاص حد تک متعین کیاہے جیسے بغیر والد کے اولاد کا پیدا ہونا،جمادات کاحیوان بن جانا،اس کاصدور کرامات کے ذریعے ناممکن ہے یہ انبیائے کرام علیھم السلام کے ساتھ خاص ہیں۔

چھٹی قسم: مشائخ فرماتے ہیں کہ کرامات کو حتی الامکان چھپانا چاہیے مگر

جہاں اظہار کی اجازت مل جائے یا ضرورت ہو یا اس قدر غلبہ ہو کہ اخفا ممکن نہ ہو یا کسی طالبِ صادق یا مرید کو قوی کرنا مقصود ہو اور اس کی تربیت مقصود ہو تو ایسی سورت میں کرامت کا اظہار جائز ہے۔

ساتویں قسم: اولیائے کاملین کی مختلف اقسام ہیں ، بعض پر عبودیت اور رضا کا غلبہ ہوتا ہے ،وہ کسی چیز میں تصرف ن ہیں کرتے،ان کی کرامت کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔ بعض مشائخ کو کرامات حاصل نہیں ہوتیں۔ولایت کے ل یے کرامات کا صدور ضروری نہیں ہے۔

آٹھویں قسم: بعض اولیا کی کرامات اس قدر زیادہ ہوتی ہیں کہ ان کے دنیا سے جانے کے بعد بھ یان کے تصرفات سے لوگ مستفید ہوتے رہتے ہیں۔

راہِ اعتدال کیا ہے؟

راہِ اعتدال ہے دین کو اسی طرح اپنانا جس طرح قرآن و سنت اور سلف صالحین نے سمجھا اور اختیار کیا، نہ غلو اور افراط میں پڑنا اور نہ ہی بے عملی اور تفریط کا شکار ہونا۔ تصوف کے باب میں اعتدال یہ ہے کہ تصوف کو قرآن و سنت کے تابع رکھا جائے۔

اکابرین نے ہمیشہ اسی اعتدال کی دعوت دی اور بدعات وخرافات کی بیخ کنی کی۔ آج ہمیں انہی کی پیروی کرتے ہوئے معاشرے میں صحیح اور پاکیزہ تصوف کو زندہ کرنا ہوگا۔

آج ، جبکہ تصوف کے نام پر بدعات اور خرافات عام ہو چکی ہیں، ضرورت

ہے کہ: لوگوں کو حقیقی تصوف کی پہچان کرائی جائے۔

اولیائے کرام کی تعلیمات کو ان کی اصل شکل میں بیان کیا جائے۔

عوام کو بدعت کے نقصانات اور شریعت کی روشنی میں ان کے متبادل طریقے سکھائے جائیں۔

مدارس، مساجد اور علمی اداروں میں تصوف کے صحیح تصور کو عام کیا جائے، تاکہ نوجوان نسل غلو اور گمراہی سے محفوظ رہ سکے۔

لوگوں کو سمجھایا جائے کہ تزکیۂ نفس اور قربِ الٰہی کے تمام طریقے شریعت کے تابع ہیں، اس کے خلاف، اس کے متوازی یا اس کے مقابل نہیں ہیں۔ شریعت کے بغیر طریقت و تصوف سراسر گمراہی ہے۔

بدعت دین کے اصل حسن کو بگاڑ دیتی ہے اور امت کو فرقوں اور گمراہیوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ بدعت کو ایجاد اور اس کی ترویج کرنے والے کا ہدف، اگرچہ وہ نہ مانے، بدعات دین میں بگاڑ پیدا کرنا، سنت کی اہمیت کو پسِ پشت ڈالنا، عوام کو اصل شریعت سے غافل کرنا، شرک اور غلو تک پہنچا دینا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہر خطبے میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے: ''شر الامور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة''

(سنن نسائی: 1578، صحیح مسلم: 867)

ترجمہ: سب سے بُرے کام دین میں نئی چیزیں ہیں، ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

سنت کی پیروی ہی اصل نجات ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے

قرآن میں فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: 21)

ترجمہ: تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے:

اتَّبِعوا ولا تبتدعوا فقد كفيتم (الدارمی: 211)

ترجمہ: اتباع کرو، بدعتیں نہ نکالو، تمہارے لیے (سنت ہی) کافی ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آل عمران: 31)

ترجمہ: آپ (ﷺ) فرمادیجیے کہ اگر تم اللہ (تعالیٰ) سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو تب اللہ (تعالیٰ) (بھی) تم سے محبت فرمانے لگیں گے۔

سنت پر عمل کرنے سے ایمان میں مضبوطی، عبادات میں اخلاص پیدا ہوتا ہے اور نفس کی اصلاح اور اخلاق کی تکمیل ہوتی ہے، جو دنیا و آخرت میں کامیابی کی واحد کلید اور کنجی ہے۔

دورِ حاضر میں علمائے کرام اور خطبائے عظام کا فرض ہے کہ عوام کو سنت کی تعلیم دیں اور بدعات سے آگاہ کریں۔ مدارس اور جامعات میں تصوف کی اصل حقیقت (تزکیۂ نفس اور اتباعِ سنت) پڑھائی جائے۔ نوجوان نسل کو یہ سمجھایا جائے کہ ولی اللہ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کے دین و سنت پر عمل کریں، نہ کہ ان کے نام پر بدعات ایجاد کریں۔ ہر مسلمان اپنے گھروں میں بدعت پر مشتمل رسومات کے بجائے مسنون اذکار، دعائیں اور عبادات کو رواج دے۔

شیخ المشائخ شاہ عبدالقادر جیلانیؒ

پیدائش وابتدائی تعلیم:

حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ المشائخ شاہ عبدالقادر جیلانیؒ ایران کے شمال مغرب میں واقع ایک صوبے گیلان میں ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے، دسویں پشت میں آپ کا نسب سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ ۱۸ سال کی عمر میں آپ اس وقت بغداد تشریف لائے جب امام غزالیؒ نے تلاشِ حق کے لیے بغداد کو خیر باد کہا تھا۔ آپ بغداد میں تحصیل علم میں مشغول ہوگئے۔ آپ نے ہر علم کو باکمال اساتذہ سے حاصل کیا اور اس میں پوری دسترس حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں ابوالوفاءؒ ابن عقیلؒ، محمد بن الحسن الباقلانیؒ اور ابوزکریا تبریزیؒ جیسے نامور علماء اور بُلند ہستیاں شامل ہیں۔

طریقت کی تعلیم اپنے وقت کے بلند پایہ شیخ ابوالخیر حماد بن مسلم الدباسؒ سے حاصل کی، بغداد کے اکثر مشائخ اور صوفیہ انہی سے وابستہ تھے، مریدین کی تربیت میں شیخ ابوالخیرؒ اپنی مثال آپ تھے۔ طریقت کی تعلیم کی تکمیل قاضی ابو سعید مخرمیؒ سے کی اور انہی سے اجازت حاصل کی۔

اصلاحی کام اور لوگوں کی مرجعیت:

علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد لوگوں کی اصلاح اور ہدایت کی طرف متوجہ ہوئے، ایک ہی وقت میں درس بھی دیتے اور لوگوں کی اصلاح کا فریضہ بھی انجام دیا کرتے تھے۔ اپنے مشفق اُستاد قاضی ابو سعید مخرمیؒ کے

مدرسہ میں تدریس اور وعظ وارشاد کا سلسلہ شروع کیا، لوگوں کے آپ کی طرف رجوع کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ کی عمارت کی جگہ مجالس کے لیے چھوٹی پڑ گئی۔ گویا کہ بغداد آپ کے مواعظ سننے کے لئے ٹوٹ پڑا۔

اللہ رب العزت نے آپ کی شخصیت کو وہ وجاہت و قبولیت عطا فرمائی جو بڑے بڑے بادشاہوں کو نصیب نہیں۔ فقہ کے مشہور امام شیخ موفق الدین ابن قدامہ، صاحب ''مغنی'' کہتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کی آپ سے بڑھ کر دین کی وجہ سے تعظیم ہوتے نہیں دیکھی۔ وقت کے بادشاہ اور وزراء بھی آپ کی مجالس میں انتہائی عقیدت کے ساتھ حاضر ہوتے اور عام لوگوں کی طرح ادب سے بیٹھ جاتے، یہاں تک کہ علماء و فقہاء بھی آپ کی مجالس میں حاضری کو سعادت سمجھتے تھے۔

آپ کے اخلاق:

اس قدر عظیم شخصیت ہونے کے باوجود حد درجہ متواضع اور منکسر المزاج تھے غریبوں فقیروں سے محبت کرتے اور اُن کے پاس بیٹھتے لیکن اس کے برعکس کسی معزز اور ارکانِ سلطنت کی تعظیم ان کے جاہ و منصب کی وجہ سے نہیں کی، حتیٰ کہ خلیفہ بھی آپ کی مجالس میں باقاعدگی سے حاضری دیتا تھا لیکن جب بھی خلیفہ کے آنے کا وقت ہوتا آپ قصداً دولت خانے تشریف لے جاتے تاکہ خلیفہ فخر و مباہات کے حوالے سے کبھی کسی غلط فہمی کا شکار نہ رہے، نیز اپنی پوری زندگی میں کبھی کسی وزیر یا بادشاہ کے دروازے پر نہیں گئے۔ آپ کے معاصرین میں سے جن لوگوں نے آپ سے ملاقات کی ہے وہ آپ کے حسنِ

اخلاق، بلند حوصلہ، تواضع، سخاوت اور اعلیٰ اوصاف کے گُن گاتے تھے:

ایک بزرگ فرماتے ہیں: "میری آنکھوں نے شیخ عبد القادر سے بڑھ کر کوئی خوش اخلاق، بلند حوصلہ، شریف، نرم دل، محبت اور تعلقات کا لحاظ رکھنے والا نہیں دیکھا، آپ اپنے اونچے مرتبے اور وسعتِ علم کے باوجود چھوٹے کی رعایت فرماتے، بڑے کی توقیر کرتے، سلام میں پہل کرتے، کمزوروں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے، غریبوں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے۔"

ضرورت مندوں اور محتاجوں کی مدد اور انہیں کھانا کھلانے کا آپ کو خاصا ذوق تھا۔ آپ کا حکم تھا کہ رات کو وسیع دستر خوان بچھے، خود مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، کمزوروں اور غریبوں کی ہم نشینی فرماتے طلبہ کے ساتھ بہت تحمل کا معاملہ فرماتے، ہر شخص یہ سمجھتا کہ اس سے بڑھ کر کوئی ان کا مقرب، اور ان کے یہاں معزز نہیں، ساتھیوں میں سے جو غیر حاضر ہوتا، اس کا حال دریافت فرماتے، تعلقات کا بڑا پاس اور لحاظ فرماتے لوگوں کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرتے، اگر کوئی کسی بات پر قسم کھالیتا تو اس کو مان لیتے اور جو کچھ حقیقت حال جانتے تھے اس کا اخفاء فرماتے۔ **(تاریخ دعوت وعزیمت)**

آپ کی کرامات:

مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شاہ عبد القادر جیلانیؒ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔ شیخ الاسلام عزالدینؒ بن سلامؒ اور امام ابن تیمیہؒ کا قول ہے کہ شیخ کی کرامات تواتر کی حد تک پہنچ گئی ہیں (یعنی کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا) ان میں سے سب سے بڑی کرامت مردہ دِلوں کی مسیحائی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کے

دل کی توجہ اور زبان کی تاثیر سے لاکھوں انسانوں کو نئی رُوحانی زندگی عطا فرمائی، اور عالم اسلام میں ایمان و روحانیت کی ایک نئی لہر پیدا کردی۔ شیخ عمر کیسائیؒ فرماتے ہیں کہ کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں یہودی اور عیسائی اسلام قبول نہ کرتے ہوں، راہزن، قاتل اور جرائم پیشہ توبہ سے مشرف نہ ہوتے ہوں اور غلط عقائد والے اپنے غلط عقائد سے توبہ تائب نہ ہوتے ہوں۔ باقی دورِ حاضر میں گیارھویں کے نام پر اجتماعات میں جو خودساختہ کرامات بیان کی جاتی ہیں، ان کا شیخؒ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تعلیمی مشاغل وخدمات:

ولایت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہونے اور لوگوں کی اصلاح وتربیت میں ہمہ تن مشغول ہونے کے باوجود آپ درس و تدریس، افتاء، عقائد کی اصلاح اور مذہب اہل سنت کی نصرت وحمایت سے غافل نہ تھے۔ عقائد و اصول میں امام احمد ابن حنبلؒ اور محدثین کے مسلک پر تھے، اہل سنت کے مذہب اور سلف صالحین کے مسلک کو آپ سے بڑی تقویت پہنچی، آپ کی اصلاحی کوششوں کی بدولت اعتقادی و عملی بدعات کا بازار سرد ہوگیا، متبعین سنت کی شان آپ کی وجہ سے بڑھ گئی اور اُن کا پلڑا بھاری ہوگیا۔ مدرسہ میں ایک سبق تفسیر کا، ایک حدیث کا، ایک فقہ کا اور ایک اختلافِ ائمہ اور اُن کے دلائل کا پڑھاتے تھے، صبح وشام تفسیر، حدیث، فقہ، مذاہب ائمہ، اصول فقہ اور نحو کے اسباق ہوتے، ظہر کے بعد تجوید کی تعلیم ہوتی، اس کے علاوہ افتاء کی بھی مشغولیت تھی، بالعموم مذہب شافعی اور مذہب حنبلی کے مطابق فتویٰ دیتے۔

استقامتِ دینی:

حضرت شیخ استقامت کا پہاڑ تھے، کامل اتباع، راسخ علم اور غیبی تائید نے آپ کو اس مقام پر پہنچا دیا تھا کہ حق و باطل اور نور و ظلمت کی پہچان میں آپ کو پورا امتیاز حاصل ہو گیا تھا، آپ پر یہ حقیقت پوری طرح کھل گئی تھی کہ شریعت محمدی اور حرام و حلال میں قیامت تک کے لیے تغیر و تبدل کا امکان نہیں جو اس کے خلاف دعویٰ کرے وہ شیطان ہے، ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں کہ ”ایک مرتبہ ایک بڑی عظیم الشان روشنی ظاہر ہوئی، جس سے آسمان کے کنارے بھر گئے، اس سے ایک صورت ظاہر ہوئی، اس نے مجھ سے خطاب کر کے کہا کہ اے عبدالقادر! میں تمہارا رب ہوں میں نے تمہارے لیے سب حرام چیزیں حلال کر دی ہیں، میں نے کہا دُور ہو مردود! یہ کہتے ہی وہ روشنی اندھیرے سے بدل گئی، اور پھر وہ صورت دُھواں بن گئی، اور ایک آواز آئی کہ عبدالقادر! خدا نے تم کو تمہارے علم و تفقہ کی وجہ سے بچالیا ورنہ اس طرح میں ستر صوفیوں کو گمراہ کر چکا ہوں، میں نے کہا کہ اللہ کی مہربانی ہے کسی نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کیسے سمجھے کہ یہ شیطان ہے، فرمایا اس کے کہنے سے کہ میں نے حرام چیزوں کو تمہارے لیے حلال کر دیا۔

حضرت شیخؒ کا زمانہ اور اِرد گرد کا ماحول:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بغداد میں ۷۳ سال کا عرصہ گذارا، یہ وہ زمانہ تھا جب بغداد پر عباسی خلفاء کی حکمرانی قائم تھی۔ جس وقت آپ بغداد تشریف لائے اس وقت خلیفہ مستظہر باللہ ابوالعباس کا عہد تھا، عباسی خلفاء

میں سے پانچ آپ کی نظروں کے سامنے یکے بعد دیگرے مسند خلافت پر بیٹھے۔ حضرت شیخؒ کا یہ زمانہ بہت سے اہم تاریخی واقعات سے لبریز ہے۔ سلجوقی سلاطین اور عباسی خلفاء کی باہمی کشمکش اس زمانے میں اپنے عروج پر تھی، خلیفہ اور سلطان کے لشکروں میں باقاعدہ معرکہ آرائی ہوتی اور مسلمان ایک دوسرے کا بے دریغ خون بہاتے۔

یہ المناک اور خون ریز واقعات حضرت شیخؒ کی نگاہوں میں تھے، آپ نے مسلمانوں کے مابین باہمی افتراق اور خانہ جنگی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، نیز آپ نے محسوس کرلیا تھا کہ یہ سب خرابیاں دنیا کی محبت کی خاطر اور ملک و سلطنت کے حصول کے لیے ہیں۔ان حالات میں آپ نے انتہائی دلسوزی کے ساتھ وعظ و ارشاد، دعوت و تربیت، لوگوں کی اصلاح اور تزکیۂ قلوب کا کام پوری ہمت اور طاقت سے شروع کیا اور لوگوں کو دین کی اصل تعلیمات کی طرف متوجہ کرنا شروع کیا، آپ نے نفاق اور دنیا سے محبت کی تحقیر و تذلیل، ایمانی شعور کے احیاء، عقیدہ آخرت کی یاد دہانی اور اس دنیائے فانی کی بے ثباتی کے مقابلہ میں ہمیشہ کی زندگی کی اہمیت، اخلاق کی درستگی، توحید خالص اور اخلاق کامل کی دعوت پر سارا زور صرف کیا۔

مواعظ و خطبات:

حضرت شیخؒ کے مواعظ انتہائی پر اثر ہوتے تھے۔ فتوح الغیب اور الفتح الربانی کے مضامین اور مختلف مجالس میں آپ کے مواعظ آج بھی دلوں کو روشن کرتے ہیں۔ آپ کے کلام میں جو تاثیر موجود تھی ایک طویل مدت گذر جانے

کے بعد اب بھی ان میں وہی تازگی اور زندگی محسوس کی جاسکتی ہے۔آپ کے وعظ اور مضامین سامعین اور مخاطبین کے حالات و ضروریات کے موافق ہوتے تھے۔ عام طور پر لوگ جن روحانی بیماریوں میں مبتلا اور جن غلط عقائد میں گرفتار ہوتے تھے آپ کے مواعظ میں ان کا ازالہ کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کے لوگ آپ سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور آپ کے ارشادت میں اپنے زخموں کا مرہم، اپنے مرض کی دوا اور اپنے سوالات و شبہات کے جوابات پاتے تھے۔ آپ کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ دل سے نکلتا اور دل پر اثر کرتا تھا۔ آپ کے کلام میں بیک وقت شوکت و عظمت بھی ہے اور دل آویزی وحلاوت بھی۔

حضرت شیخ کے زمانے میں مسلمانوں کے عقائد میں بگاڑ پیدا ہو گیا تھا، لوگوں نے معبود حقیقی کے بجائے مختلف انسانوں اور ہستیوں کو نفع و ضرر کا مالک سمجھ لیا تھا، اسباب پر نظر رکھنے کی وجہ سے رب حقیقی سے نگاہ ہٹ گئی تھی، ایسی فضا میں آپ نے لوگوں کو توحید خالص کی طرف دعوت دی اور انہیں باور کرایا کہ قضاء و قدر کا مالک اللہ رب العزّت ہے، چنانچہ ایک مجلس میں توحید واخلاق اور اللہ کے سواء سے انقطاع کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

"اس پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے۔ اس کے سامنے رہو جو تمہارے سامنے رہتا ہے، اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے، اس کی بات مانو جو تم کو بُلاتا ہے، اپنا ہاتھ اسے دو جو تم کو گرنے سے سنبھال لے گا، اور تم کو جہل کی تاریکیوں سے نکال لے گا اور ہلاکتوں سے بچالے گا، نجاستیں دھوکر میل کچیل سے پاک کرے گا، تم کو تمہاری پست ہمتی، بدکار نفس اور گمراہ کن

رفیقوں سے نجات دے گا"۔

ایک دوسری مجلس میں اسی توحید کے مضمون کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی تم کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، بس حق تعالیٰ اس کو ان کے ہاتھوں کرادیتا ہے، اسی کا فعل تیرے اندر اور مخلوق کے اندر تصرف فرماتا ہے، جو کچھ تیرے لیے مفید ہے یا مضر ہے اس کے متعلق اللہ کے علم میں قلم چل چکا ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا، جو موٗحد اور نیکو کار ہیں، وہ باقی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں بہادر وہی ہے جس نے اپنے قلب کو ماسوائے اللہ سے پاک بنایا اور قلب کے دروازہ پر توحید کی تلوار اور شریعت کی شمشیر لے کر کھڑا ہو گیا کہ مخلوقات میں سے کسی کو بھی اس میں داخل نہیں ہونے دیتا اور اپنے قلب کو مقلّب القلوب سے وابستہ کرتا ہے، شریعت اس کے ظاہر کو تہذیب سکھاتی ہے اور توحید و معرفت باطن کو مہذب بناتی ہیں۔"

حضرت شیخ کے یہاں رہبانیت (ترک دینا) کی تعلیم نہیں وہ دُنیا کے استعمال اور اس سے بقدر ضرورت انتفاع سے منع نہیں فرماتے بلکہ اس کی پرستش و غلامی اور اس سے قلبی تعلق اور عشق سے منع فرماتے ہیں، ان کے مواعظ در حقیقت اس حدیث نبوی کی تفسیر ہیں:

"اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاِنَّکُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ" (شعب الایمان)

(بے شک دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی اور تم آخرت کے لیے پیدا کیے گیے)۔

الجامعۃ النوریۃ العالمیۃ

ایک موقع پر ارشاد فرمایا ہے:

"دنیا کو ہاتھ میں رکھنا جائز، جیب میں رکھنا جائز، کسی اچھی نیت سے اس کو جمع کرنا جائز، باقی دِل میں رکھنا جائز نہیں (یعنی دنیا سے محبت کرنا جائز نہیں)"

خلفاء اور اربابِ حکومت پر تنقید:

حضرت شیخؒ کا اصلاحی طریقہ صرف مواعظ، نصیحت اور ترغیب تک محدود نہیں تھا بلکہ جہاں ضرورت سمجھتے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے، آپ ارباب حکومت اور امراء کے غلط افعال اور فیصلوں پر چُپ نہ رہتے بلکہ برملا اُن کے ناجائز فیصلوں پر تنقید کرتے، اس بارے میں آپ کسی کی وجاہت اور اثر و رسوخ کی بالکل پرواہ نہیں کرتے تھے حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

"آپ خلفاء، وزراء، سلاطین، قضاۃ، خواص و عوام سب کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرماتے اور بڑی صفائی اور جرأت کے ساتھ ان کو بھرے مجمع میں اور برسر منبر علی الاعلان ٹوک دیتے، اور ان لوگوں پر تنقید کرتے جو ظالم لوگوں کو حاکم بناتے، اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی قطعاً کچھ پرواہ نہ کرتے"۔

"قلائد الجواہر" کے مصنف نے آپ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے جب خلیفہ مقتضی لامر اللہ نے اپنے عہد میں قاضی ابوالوفاء یحییٰ بن سعید کو قاضی بنایا جو ابن المرجم الظالم کے لقب سے مشہور تھا تو آپ نے برسر منبر علی الاعلان خلیفہ

کو مخاطب کر کے فرمایا:

وَلَّيْتَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَظْلَمَ الظَّالِمِيْنَ مَا جَوَابُكَ غَدًا عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

ترجمہ: تم نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنایا ہے جو ظالموں میں سب سے زیادہ ظلم کرنے والا ہے کل قیامت کے دن تم اس رب العالمین کو جو ارحم الراحمین ہے، کیا جواب دو گے؟

خلیفہ یہ سُن کر خوف سے لرز گیا اور اس پر گریہ طاری ہو گیا، اور اس نے اسی وقت قاضی کو اس عہدہ سے ہٹا دیا۔

بیعت وتربیت:

آپ کے موثر مواعظ سے اہل بغداد کو عظیم الشان روحانی اور اخلاقی فائدہ پہنچا اور ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں تبدیلی پیدا ہو گئی لیکن مستقل تربیت کے لیے مسلسل اصلاحی کوششوں کی ضرورت تھی۔ اس چیز کی شدید ضرورت تھی کہ مسلمانوں میں یہ فکر پیدا کی جائے کہ وہ اپنے اعمال کا جائزہ لیں، دینی ذمہ داریوں کو احساسِ ذمّہ داری کے ساتھ قبول کریں، ان کے افسردہ دلوں میں پھر محبت کی گرمی پیدا ہو اور ان کو کسی مخلص پیشوا اور خداشناس پر اعتماد ہو تاکہ وہ اپنے روحانی امراض اور نفسانی خواہشات کا علاج اور دین میں صحیح روشنی و رہنمائی حاصل کریں۔ اربابِ خلافت اپنے فرائض سے غافل ہو چکے تھے، دین سے دوری کی وجہ سے وہ اس قدر متنفّر ہو گئے تھے کہ کسی نئی اصلاحی تنظیم یا نئی دعوت کو جس میں قیادت اور سیاست ساتھ ساتھ ہو، برداشت نہیں کر سکتے

تھے اور اس کو فوراً کچل دیتے تھے۔

ان حالات میں مسلمانوں میں دینی زندگی، نیا نظم و ضبط اور نئے سرے سے حرکت و عمل پیدا کرنے کے لیے صرف ایک صورت تھی کہ خدا کا کوئی مخلص بندہ آنحضرت ا کے طریقہ پر ایمان و عمل اور اتباع شریعت کے لیے بیعت لے اور مسلمان اس کے ہاتھ پر اپنی سابقہ غفلت و جاہلیت کی زندگی سے توبہ اور ایمان کی تجدید کریں اور پھر پیغمبر کا وہ نائب ان کی دینی نگرانی اور تربیت کرلے۔ اپنی استقامت اور اپنے شعلۂ محبت سے خلوص و للّٰہیت، جذبہ اتباع سنت اور شوق آخرت پیدا کرلے، مریدین کو اس نئے تعلق سے محسوس ہو کہ انہوں نے ایک زندگی سے توبہ کی ہے اور ایک نئی زندگی میں قدم رکھا ہے، اور کسی اللہ کے نیک بندے کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے، مرشد بھی یہ سمجھے کہ ان بیعت کرنے والوں کی اصلاح و تربیت اور ان کی دینی خدمت اللہ تعالیٰ نے میرے سُپرد کی ہے، پھر اپنے تجربہ و اجتہاد اور کتاب و سنت کے اصول و تعلیمات کے مطابق ان میں صحیح روحانیت و تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ یہی حقیقت ہے بیعت و تربیت کی، جس سے دین کے مخلص داعیوں نے اپنے اپنے وقت میں احیاءِ و تجدید دین اور اصلاح مسلمین کا کام لیا ہے، اور لاکھوں بندگان خدا کو ''حقیقت ایمان اور درجہ احسان'' تک پہنچادیا ہے۔ اس سلسلہ زرین کے بانی حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ ہیں جن کا نام اور کام اس ''طب نبوی'' کی تاریخ میں سب سے زیادہ روشن و نمایاں ہے، الفاظ و اصطلاحات اور علمی بحثوں سے الگ ہو کر اگر واقعات و حقائق پر نظر رکھی جائے

الجامعۃ الغوثیۃ العالمیۃ

تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس دورِ انتشار میں (جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے) اصلاح و تربیت کا اس سے زیادہ سہل و عموی اور اس سے زیادہ موثر و کار گر ذریعہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

حضرت شیخ سے پہلے بھی دین کے داعیوں نے اس طریقہ پر دین کی طرف لوگوں کو بلایا ہے اور ان کی تاریخ محفوظ ہے، لیکن حضرت شیخ نے اپنی محبوب شخصیت، خدا داد روحانی کمالات اور ملکہ اجتہاد سے اس طریقہ کو نئی زندگی بخشی، وہ نہ صرف اس سلسلہ کے ایک نامور امام اور مشہور سلسلہ (قادریہ) کے بانی ہیں، بلکہ اس فن کی نئے سرے سے تدوین و ترتیب کا سہرا بھی آپ ہی کے سر ہے۔ اس سے پہلے نہ تو وہ اتنا مدوّن تھا اور نہ اس میں اتنی وسعت تھی جتنی آپ کی مقبولیت اور عظمت کی وجہ سے پیدا ہو گئی۔ آپ کی زندگی میں لاکھوں انسان اس طریقہ سے فائدہ اٹھا کر ایمان کی حلاوت سے آشنا، اور اسلامی زندگی اور اخلاق سے آراستہ ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے مخلص خلفاء نے تمام ممالک اسلامیہ میں دعوت الی اللہ اور تجدید ایمان کا یہ سلسلہ جاری رکھا، ان سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد لاکھوں میں ہیں جو دنیا کے ہر کونے میں موجود ہیں۔

معاشرے پر حضرت شیخؒ کی شخصیت کے اثرات:

حضرت شیخؒ کا وجود اُس پر فتن اور مادیت زدہ زمانے میں اسلام کا ایک زندہ معجزہ تھا، آپ کی تاثیر، آپ کے کمالات، اللہ کے نزدیک قبولیت کے آثار اس طرح آپ کے تلامذہ اور تربیت یافتہ لوگوں کے اخلاق اور ان کی سیرت و زندگی

سب اسلام کی صداقت کی دلیل اور ثبوت تھے۔ اور اس حقیقت کا اظہار تھے کہ اسلام میں سچّی روحانیت، اور تعلق مع اللہ پیدا کرنے کی سب سے بڑی صلاحیت ہے۔

وفات حسرت آیات:

ایک طویل مدت تک دنیا کو اپنے کمالات ظاہری و باطنی سے مستفید کر کے اور مسلمانوں میں روحانیت اور رجوع الی اللہ کا ذوق پیدا کر کے ۵۶۱ھ میں ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت شیخؒ اس دنیا سے تشریف لے گئے لیکن اپنے پیچھے دین کے داعیوں اور نفوس و اخلاق کے مربّیوں کی ایک جماعت چھوڑ گئے، جس نے آپ کے کام کو جاری رکھا اور لوگوں کی اصلاح اور رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

گیارھویں کی رسم

ہر قمری مہینہ کی گیارھویں تاریخ کو حضرت محبوب سبحانی شیخ المشائخ شاہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام پر جو کھانا تیار کیا جاتا ہے وہ گیارہویں شریف کے نام سے مشہور ہے۔ خاص کر ربیع الثانی کی گیارہویں شب کو اس کا زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں چند امور لائق توجہ ہیں۔

اول: گیارھویں کا رواج کب سے شروع ہوا؟ اس بارے میں صرف اتنی بات معلوم ہو سکی ہے کہ سیدنا شاہ عبدالقادر جیلانیؒ، جن کے نام کی گیارہویں دی جاتی ہے، ان کی ولادت ۴۷۰ھ میں ہوئی اور نوے سال کی عمر میں ان کا

وصال ۵۶۱ھ میں ہوا۔ ظاہر ہے یہ رواج ان کے وصال کے بعد ہی کسی وقت شروع ہوا ہوگا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت اصحابہ کرامؓ اور خود پیران پیرؒ اپنی گیارہویں نہیں دیتے ہوں گے۔ اس بنیاد پر یہ کہنا درست ہوگا کہ اسے اہم ترین عبادت کا درجہ دینا صحیح نہیں ہے۔

دوم: اگر گیارھویں دینے سے مقصود حضرت شیخ جیلانیؒ کی پاک روح کو ثواب پہنچانا ہو تو بلاشبہ یہ نہایت مبارک مقصد ہے، لیکن مروّجہ طریقے سے ایصال ثواب کرنے میں چند خرابیاں ہیں:

۱۔ شریعت اسلامی میں ایصال ثواب جب بھی کیا جائے وہ ہو جاتا ہے مگر مروجہ طریقے میں گیارہویں رات کی پابندی کو کچھ یوں ضروری خیال کیا جاتا ہے گویا یہی خدائی شریعت ہے۔ یا یہ ایک ایسی عبادت ہے جو صرف اسی تاریخ کو ادا کی جاسکتی ہے۔ یہ خدا اور رسول کے مقابلے میں اپنی شریعت بنانے کے مترادف ہے۔

۲۔ اس رسم میں کھیر یا کھانے پکائے جاتے ہیں حالانکہ اگر ایصال ثواب کرنا ہو تو اتنی ہی رقم چپکے سے صدقہ کی جاسکتی ہے تاکہ ریا کا احتمال کم سے کم ہو۔ کھیر یا کھانے پکانے کو ایصال ثواب کے لیے ضروری قرار دینا ایک مستقل شریعت سازی ہے۔

۳۔ اس کھانے کو بہت سے لوگ متبرک سمجھتے ہیں اور بڑے بڑے مالدار اس کو شوق سے کھاتے ہیں حالانکہ ثواب صرف اُس حصہ کا پہنچے گا جو غرباء و مساکین کو کھلایا جائے، گیارہویں شریف کے کھانے کو متبرک سمجھنا

الجامعۃ النوریۃ العالمیۃ

کسی شرعی اصول سے ثابت نہیں ہے۔

۴۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ گیارہویں نہ دینے سے ان کے جان ومال کو خطرات لاحق ہوتے ہیں یا مال میں بے برکتی ہو جاتی ہے، گویا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جیسے قطعی فرائض میں کوتاہی سے کوئی نقصان نہیں ہوتا، مگر گیارہویں نہ دینے سے جان ومال کو خطرات پیش آتے ہیں، اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو فرائض شرعیہ سے کسی چیز کا بڑھ کر التزام کرنا اور اُس بارے میں ایسا اعتقاد رکھنا جو فرائض کے ساتھ اعتقاد کو کمزور کر دیتا ہو، ایک نئی شریعت سازی ہے۔

سوم: حضرت شیخ کی کتاب "غنیۃ الطالبین" اور مواعظ شریفہ "فتوح الغیب" کا مطالعہ کرنے والا جانتا ہے کہ آپ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے فقہ کے پیروکار تھے۔ گویا حضرت شیخؒ کا فقہی مسلک بالکل وہی تھا جو آج کل سعودی حضرات کا ہے، حضرت شیخؒ اگر آج زندہ ہوتے تو یقینا اس بدعت سے براءت کا اعلان کرتے اور شیخؒ سے اعتقاد رکھنے والے یہ حضرات نجدیوں کی طرح حضرت شیخؒ پر بھی وہابی ہونے کا فتویٰ لگا دیتے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت پیران پیرؒ یا دوسرے اکابر کے لئے ایصال ثواب کرنا سعادت مندی ہے مگر مروّجہ طریقے سے گیارہویں شریف کے نام سے جو کچھ کیا جاتا ہے وہ مذکورہ بالا وجوہ سے صحیح نہیں، وقت کی تخصیص کے بغیر جو کچھ میسر آئے اس کا صدقہ کرکے بزرگوں کو ایصال ثواب کریں۔ انشاء اللہ اس طریقے سے ضرور نفع پہنچے گا۔

الجامعۃ الغوثیۃ العالمیۃ

پیغامِ اصلاح :

اسلام میں روحانیت اور تصوف کا اصل مقصد نفس کی اصلاح، دل کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا تھا۔ جیساکہ آپ پڑھ چکے ہیں ،قرونِ اولیٰ یعنی صحابہ کرام،تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا تصوف قرآن و سنت پر عمل، عبادات، خدمتِ خلق اور دنیا سے بے رغبتی پر قائم تھا۔ بعد کے ادوار میں بھی بڑے صوفیائے کرام مثلًا امام جنید بغدادیؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے واضح فرمایا تھاکہ ہمارا طریقہ کتاب وسنت کے پابند ہے۔ مگر افسوس! وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تصوف کی پاکیزہ تعلیمات میں بدعات، خرافات اور دنیاوی اغراض نے جگہ بنالی۔ خانقاہیں اور مزارات اب روحانی مراکز کم اور کاروباری سلطنتیں زیادہ بن گئی ہیں۔

بدقسمتی سےآج خانقاہی نظام میں ”گدی“ ایک وراثتی کرسی بن چکی ہے، چاہے جانشین علم و تقویٰ سے خالی ہو، وہ پیر اور پیشوا قرار پاتا ہے۔ عوام اس کے قول و فعل کو حرفِ آخر سمجھتے ہیں، چاہے وہ شریعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ یہ اندھی عقیدت دراصل ایک نئی بت پرستی ہے۔مریدوں کے چندے سے اربوں کی جائیدادیں پیرانِ کرام کی اکثریت اب مریدوں کے چندوں اور نذرانوں پر محلات، پلازے اور شاہانہ زندگی بسر کررہی ہے۔ تاریخ کی مہنگی گاڑیاں، لاکھوں کے لباس اور شاہی دعوتیں عام ہیں۔ عوام غربت اور مہنگائی سے پس رہی ہے، لیکن ان کی عقیدت کا استحصال کر کے چند خاندان دنیاوی عیش میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

پاکستان میں بڑے مزارات کی آمدنی اربوں روپے سالانہ میں ہے۔ یہ پیسہ اگر مساجد، مدارس اور یتیموں پر خرچ ہو تو دین اور امت دونوں کو فائدہ پہنچے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ دولت چند گدی نشینوں اور حکومتی اداروں کی جیبوں میں جاتی ہے۔ حکومت اس مکروہ دھندے کو ختم کرنے کے بجائے اس سے فائدہ اٹھاتی ہے اور خود عوام کو ان محفلوں کی طرف دھکیلتی ہے۔

بڑے بڑے گدی نشین سیاست میں ہیں۔ عوام انہیں "روحانی پیشوا" بھی سمجھتی ہے اور وہ اپنے مریدوں کے ووٹ بینک کو استعمال کر کے اقتدار کی کرسی تک پہنچ جاتے ہیں، مگر ان کے اخلاق اور اعمال میں اپنے اسلاف کی تعلیمات کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی۔ تصوف کا لبادہ اوڑھ کر سیاست کا کھیل کھیلنا اس زمانے کا ایک بڑا فتنہ ہے۔ عوامی اندھی عقیدت نے عوام کو اس حالت تک پہنچا دیا ہے کہ پیر کے ہر عمل کو کرامت سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ حرام کھائے، فسق و فجور کرے یا دین کے خلاف کوئی بات کرے، تب بھی مریدین خاموش رہتے ہیں۔ یہ ذہنیت اصلاح کے بجائے گمراہی کا باعث ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ گدی نشینی دراصل کاروبار اور سیاست کا دوسرا نام بن چکا ہے، یہ نہ تو دین کی خدمت ہے اور نہ ہی روحانیت۔ اگر عوام نے اصل تصوف یعنی قرآن وسنت کی پیروی اور دل کی اصلاح کی طرف رجوع نہ کیا تو یہ خانقاہی نظام امت کو مزید کمزور اور گمراہ کرے گا۔ اصلی تصوف وہی ہے جو صحابہؓ اور اکابر صوفیائے کرام نے اپنایا: اتباعِ رسول ﷺ، تزکیۂ نفس، خدمتِ خلق اور اللہ کی یاد۔ باقی سب دنیاداری اور کاروبار ہے۔

آج کے دور میں تصوف کی اصل روح کہیں دب گئی ہے اور اس کی جگہ رسم و رواج، کاروبار اور سیاست نے لے لی ہے۔اکثر گدی نشین اور پیرانِ کرام اپنے مریدوں کے نذرانوں اور چندوں پر اربوں کی جائیدادوں کے مالک ہیں۔ پلازے، فارم ہاؤسز، فیکٹریاں اور بیرونی سرمایہ انھی چندوں کی بدولت ہے۔اولاد اگر علمی و روحانی اوصاف سے خالی بھی ہو تو محض وراثتی حق کی بنیاد پر گدی سنبھال لیتی ہے۔ یہ عمل بالکل دنیاوی سلطنتوں کی طرح ہے۔ عوام پیر کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ قبروں پر سجدے، نذرانے اور طواف جیسے غیر شرعی افعال عام ہو چکے ہیں۔ گویا ایک نئی بت پرستی جنم لے چکی ہے۔ پیرانِ کرام کی زندگیوں میں سادگی کے بجائے شاہانہ انداز ہے۔ مہنگی ترین گاڑیاں، بیرونی دورے، فائیو اسٹار تقاریب اور لاکھوں روپے کی ضیافتیں ان کے طرزِ حیات کا حصہ ہیں۔ کئی گدی نشین براہِ راست سیاست میں ہیں۔حکومتیں ان کو خوش رکھتی ہیں کیونکہ مزارات اور اوقاف کی آمدنی اربوں روپے میں ہے۔ یوں "روحانیت" کا مقدس نام سیاسی اور معاشی مقاصد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔یہ وہ انحرافات ہیں جنھوں نے تصوف کی اصل روح کو داغدار کر دیا ہے۔

اصل تصوف وہ ہے جو قرآن و سنت سے جڑا ہوا ہو: ذکر و اذکار وہی کرو جو نبی ﷺ اور صحابہؓ سے ثابت ہوں۔ بیعت، اصلاحی تعلق اور مراقبہ اسی وقت درست ہے جب وہ شریعت کے دائرے میں ہو اور کتاب و سنت کے مطابق ہو۔ کسی بھی بزرگ یا پیر کو حاجت روا نہ سمجھو، نہ اس کے سامنے جھکو، نہ اس کی قبر کے آگے سجدہ کرو۔ نذرانے اور چندے ان کے قدموں میں رکھنے کے

بجائے یتیموں، مسکینوں اور دینی مدارس پر خرچ کرو۔ یاد رکھو! اسلام میں کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔ یا تو قرآن و سنت کا راستہ ہے یا پھر گمراہی۔ اگر ہم اندھی عقیدت اور رسم پرستی کو چھوڑ کر اصل دین کی طرف پلٹ آئیں تو امت میں وہی روحانی طاقت لوٹ آئے گی جو دورِ صحابہؓ اور تابعین میں نظر آتی تھی۔

یاد رکھیے! تصوف کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور دل کی اصلاح ہے اور یہ مقصد صرف اتباعِ سنت سے حاصل ہو سکتا ہے بدعات دین میں اضافہ اور بگاڑ ہیں، جن سے اجتناب ضروری ہے۔

لہٰذا ہمیں حقیقی صوفیائے کرام کی طرح قرآن و سنت کو اپنا شعار بنانا چاہیے اور اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کو شریعت کے مطابق ڈھالنا چاہیے۔ یہی راہ نجات ہے، یہی راہ اعتدال ہے، اور یہی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور اکابرین اہلِ سنت کا اصل پیغام ہے۔ بدعات دین کو مسخ کرتی ہیں، جبکہ سنت دین کو محفوظ رکھتی ہے۔ حقیقی صوفیائے کرام نے ہمیشہ بدعات کی مخالفت کی اور اتباعِ رسول ﷺ کو اصل کامیابی قرار دیا۔

اس رسالے کا یہی پیغام ہے کہ بدعات اور خرافات سے مکمل اجتناب کریں، اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں سنت کو زندہ کریں، اللہ والوں کی محبت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم انہی کی طرح شریعتِ محمدی ﷺ پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بدعات سے بچنے، سنت پر عمل کرنے، اور حقیقی تصوف کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فقہی مسائل

مسئلہ: کوئی بھی نیک عمل (صدقہ خیرات، دعا واستغفار وغیرہ) کر کے اس کا ثواب مسلمان مُردوں کو بخشنا جائز اور کارِ ثواب ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، جلد ۷ صفحہ ۹۶)

مسئلہ: شریعت اسلام میں نیک اعمال کی ہر وقت اجازت ہے، کسی بھی عمل کے لیے اپنی طرف سے کسی دن کو خاص کر کے اس میں یہ اُمور انجام دینا اور نہ کرنے والوں کو طعنہ زنی کا نشانہ بنانا بدعت ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، جلد ۲ صفحہ ۷۷)

مسئلہ: ماہ ربیع الثانی کی گیارھویں تاریخ کو صدقہ و خیرات ضروری سمجھنا، اپنی طرف سے تخصیص ہے جو کہ بدعت اور اس سے بچنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج نمبر ۲ ص ۷۷)

مسئلہ: یہ گمان رکھنا کہ ماہ ربیع الثانی کی گیارھویں تاریخ میں صدقہ و خیرات نہ کرنے سے مصائب وآفات نازل ہوتے ہیں، غلط نظریہ ہے، اس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ (اختلاف امت وصراط مستقیم)

مسئلہ: گیارھویں شریف کے نام پر کھانے پینے اور ایصالِ ثواب کی جو مخصوص شکل اختیار کی گئی ہے، وہ غیر ثابت اور بدعت ہے۔ (امدادالفتاویٰ، جلد پنجم صفحہ ۳۶۳)

مسئلہ: شیخ عبدالقادر جیلانی سے منسوب بدعات کا ان کی ذات سے کوئی تعلق نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۷۹)

مسئلہ: اصلاحی تعلق کے لیے بیعت جائز ہے، مگر اسے نجات کے لیے لازمی سمجھنا یا پیر کو معصوم سمجھنا بدعت ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

مسئلہ : پیر یا مرشد کی اطاعت صرف اسی وقت درست ہے جب اس کا حکم قرآن وسنت کے مطابق ہو۔ مرشد شریعت سے بالاتر نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ)

مسئلہ : صرف وہی اذکار معتبر ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوں۔ خودساختہ اذکار کو دین کا حصہ بنانا بدعت ہے۔ (فتاویٰ شامی (ردالمحتار)

مسئلہ : مراقبہ و چلہ کشی : مراقبہ دل کے ذکر کے طور پر درست ہے اگر شرعی حدود میں ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

مسئلہ : مزاروں پر چراغ جلانا، چادریں چڑھانا، یا مخصوص تاریخوں کو لازم سمجھ کر رسومات ادا کرنا بدعت ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ : ایصالِ ثواب کسی بھی دن جائز ہے مگر اسے لازم سمجھنا ناجائز۔ (فتاویٰ شامی)

مسئلہ : موسیقی اور رقص ناجائز ہیں، خواہ انہیں ذکر یا قوالی کے نام پر کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ)

مسئلہ : اولیاء اللہ کی کرامات پر اجمالی ایمان واجب ہے، مگر کسی خاص کرامت کو تسلیم کرنا ضروری نہیں جب تک معتبر ثبوت نہ ہو۔ (شرح عقائد نسفی)

مسئلہ : کشف وخواب پر شرعی حکم کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی، اگر وہ قرآن وسنت کے مطابق ہوں تو بطور ذاتی تسلی معتبر ہیں، ورنہ مردود ہیں۔ (الاعتصام للشاطبیؒ)

مسئلہ : جو عمل قرآن وسنت اور صحابہؓ سے ثابت ہے، وہ سنت ہے۔ جو عمل بعد میں ایجاد ہو اور اسے دین سمجھا جائے، وہ بدعت ہے۔ جو عمل مباح ہو مگر اسے دینی لازمیت دے دی جائے، وہ بھی بدعت ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

وما توفیقی إلا باللہ

شعبہ ابلاغ عامہ

شعبہ ابلاغ عامہ کا قیام 2021 میں اس شعبہ کا قیام شیخ الجامعہ مولانا ڈاکٹر نعمان نعیم کی خواہش پر عمل میں لایا گیا۔ شعبہ ابلاغ عامہ کا بنیادی کام جامعہ بنوریہ عالمیہ کے تمام شعبہ جات کو تحریر، کانٹینٹ رائٹنگ میں ماہر اور سوشل و ڈیجیٹل اسکلز کے حامل افراد مہیا کرنا ہے۔ اپنے قیام کے تین سال میں شعبہ اب تک جامعہ کو دس کے قریب افراد فراہم کر چکا ہے، جو جامعہ میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دوسرے مرحلے میں صحافت اور میڈیا میں دینی سوچ کے حامل محب وطن افراد کو تیار کر کے بھیجنا ہے تاکہ وہ عوام کی درست راہ نمائی کر سکیں۔ تیسرے مرحلے میں ایسے ریسرچر تیار کرتے ہیں جن کی ریسرچ کو سرکاری ادارے اور حکومت کی سطح پر بھی پذیرائی حاصل ہو۔ جامعہ کے دیگر شعبہ جات بھی کانٹینٹ لکھوانے کے لیے شعبہ ابلاغ عامہ کے فضلا سے رابطہ کرتے ہیں۔

اغراض ومقاصد:

اسلامی نظریات پر مبنی میڈیا پروفیشنل تیار کرنا: اس شعبہ کا ہدف دینی سوچ کے حامل صحافی اور میڈیا پروفیشنلز کو تمام مہارتوں سے آراستہ کر کے عملی میدان میں بھیجنا ہے، جو معاشرتی اصلاح کے لیے کردار ادا کر سکیں۔ تحریری اور عملی مہارتوں کا فروغ: طلبہ کو مختلف ابلاغی کی عملی مشق کرائی جاتی ہے تاکہ وہ نصابی علوم کے ساتھ عملی تجربہ بھی حاصل کریں۔ ادارے کے دیگر شعبہ جات کی ابلاغی ضروریات پوری کرنا: جامعہ کے مختلف شعبوں کے لیے کانٹینٹ رائٹنگ اور کمپیوٹر اسکلز پر کام کرنے والے ماہرین فراہم جاتے ہیں۔ **مزید معلومات کے لیے 03194080233**

ڈاکٹر مولانا محمد جہان یعقوب (سربراہ شعبہ ابلاغ عامہ)

قارئین کرام کی توجہ کیلئے

موجودہ معاشرے اور نوجوان نسل کے اذہان کے تناظر میں دینی رہنمائی کیلئے وقت کی تنگی اور مطالعہ کی کمی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ مختصر رسالے شائع کیے جاتے ہیں۔ ان رسالوں کی اشاعت کا مقصد گھر گھر اور دور دور دینی معلومات کو پہنچانا اور خاص طور امت کی اصلاح مطلوب ہے۔

اس نیک مقصد میں آپ بھی معاون بن کر حسب توفیق اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ ماہانہ ایک ہزار (1000/=) روپے سے باقاعدہ ممبر شپ حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کے دیے ہوئے ایڈریس سے مقررہ تاریخ اور مقررہ وقت پر ہمارا نمائندہ رسید کے ساتھ وصول کرتا رہے گا۔

قارئین کرام اپنی استعداد کے مطابق ایک ہزار سے کم اور زیادہ رقم سے بھی ممبر شپ حاصل کر سکتے ہیں، نیز کل سالانہ رقم یکمشت بھی ادا فرما سکتے ہیں۔

اس کے عوض شائع ہونے والا ہر رسالہ (جو مختلف موضوعات پر ہوتا ہے) بذریعہ ڈاک آپ کو ارسال کیا جاتا رہے گا۔

قارئین کرام اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کیلئے اپنی خواہش کے مطابق عامۃ الناس کی دینی رہنمائی کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں۔

آپ جامعہ بنوریہ عالمیہ کے دیے ہوئے آن لائن اکاؤنٹ میں بھی رقم جمع کروا کر بینک سلپ دے کر رسید حاصل کر سکتے ہیں۔

الملتمس: الجامعۃ البنوریۃ العالمیۃ سائٹ کراچی

اپیل!

بحمد اللہ تعالیٰ اسی صفحات اور مختلف موضوعات پر مشتمل اصلاح امت کے عنوان سے پابندی سے آنے والے رسالے عوام الناس میں پذیرائی حاصل کر رہے ہیں۔ اس کار خیر میں حصہ لینے کے لیے قارئین سے اپیل کی جاتی ہے کہ اپنی بساط کے مطابق اس کی نشر و اشاعت میں حصہ لیکر ثواب دارین حاصل کریں۔

رقم جمع کرانے کیلئے اکاؤنٹ

jamia binoria al-almia
A/C# 716020000825
Askari Bank LTD

رابطہ کیلئے: مولانا محمد جنید صاحب

02132575228+02132575229
موبائل: 0322-2394550